آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای کے خط کا تجزیہ بین الاقوامی تعلقات کے علمی اقدار و مفاہیم کی روشنی میں

مولف: الہام رسولی ثانی آبادی
مترجم: اطہر عباس رضوی

آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے یورپی اور امریکی طالب علموں کے نام جو پیغام ارسال کیا ہے اسے نفسیات، تاریخ، مواصلاتی سائنس، فلسفہ اور دوسرے انسانی علوم کے تناظر اور دائرے میں مکمل اور بھرپور تجزیہ کیا جاسکتا ہےاور اس سے مختلف معانی نکالے اور استنباط کئے جاسکتے ہیں۔مذکورہ بالا علوم اور مضامین کے علاوہ سیاسی علوم بالخصوص بین الاقوامی تعلقات بھی خط کے مضمون کی وضاحت میں بہت مؤثر واقع ہو سکتے ہیں اور مخاطب کو فہم وادراکِ متن کی ایک نئی صنف اور تکنیک سے آشنا کرا سکتے ہیں۔ حقیقت میں یہ سارے مضامین لینز کی طرح عمل کرتے ہیں جو ایک دوسرے کی مدد سے اس خط کے مضامین کو سمجھنے میں مخاطب کی مدد کر سکتے ہیں۔ بین الاقوامی تعلقات کے علم ودانش میں موجود جن اہم ترین مفاہیم سے استفادہ کرتے ہوئے رہبر معظم کے خط کی تحلیل کی جاسکتی ہے وہ درج ذیل ہیں:

ہستی شناشی کا تحفظ[1]

ہستی شناشی کا تحفظ بین الاقوامی تعلقات میں نسبتاً ایک جدید مفہوم ہے جسے جینیفر میٹزن[2] اور آنتھونی گیدنز[3] جیسے دانشوروں نے Social Construtivism جیسے مفاہیم کے ذریعہ پیش کیا ہے۔ کلی طور پر یہ

---

1. Ontological security.
2. Jennifer mitzen.
3. Anthony Giddens.

مفہوم حکومتوں کی سالمیت کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے اور اس کا مرجع ایک حکومت کی قدریں اور اس کی بنیادی شناخت ہے۔ اگر کسی ملک کی ہستی شناسی خطرہ میں پڑ جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حکومت کی شناخت اور پہچان اور اس شناخت کو بنانے والی قدریں خطرے میں ہیں۔

اس بنیاد پر بعض اوقات ایک حکومت بغیر اس کے کہ اس کی سالمیت خطرہ میں ہو، اپنی ذات اور اپنی شناخت کے لئے خطرہ محسوس کرتی ہے۔ بین الاقوامی تعلقات کے خیال پرداز مفکر میٹزن کی نگاہ میں نہ فقط افراد بلکہ تمام سماجی ادارے یہاں تک کہ ممالک بھی اپنی شناخت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے بقول حکومتوں کو بھی دوسرے تمام سماجی اداروں کی طرح اپنی فردی حقیقت، ترجیحات اور اپنے اہداف و منافع کی ایک ثابت درک و فہم کی ضرورت ہے۔ اس نظریے کے مطابق ممالک کو بین الاقوامی تعلقات کے میدان میں اپنی ذات اور اپنے وجود کو لے کر احساس تحفظ کی ضرورت ہے اور یہ اس معنی میں ہے کہ ملکی سالمیت کی طرح شناخت و پہچان کا تحفظ بھی ممالک کے لئے خارجی سیاست میں ایک عملی محرک محسوب ہوتی ہے۔ دوسری طرف اس طرح کا خطرہ مکمل طور پر ایک نسبی امر ہے۔ دوسرے لفظوں میں سب کو اپنی ذاتی تحفظ کی تلاش ہے اور سبھی چاہتے ہیں کہ ان کے وجود کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو لیکن سبھی یکساں طور پر اس عدم تحفظ کا احساس نہیں کر سکتے ہیں اس لئے کہ بین الاقوامی نظام میں مختلف حکومتوں کی حقیقت یکساں نہیں ہے۔

اس حوالے سے کہا جا سکتا ہے کہ رہبر معظم انقلاب نے فرانس اور بعض دوسرے مغربی ممالک میں ہونے والے دہشت گردانہ حملوں اور کشت و کشتار اور قتل و غارتگری کے واقعات کے بعد اس ذاتی تہدید اور خطرہ کا مکمل طور پر ادراک کیا ہے (جو زمینی سرحدوں کے لئے نہیں ہے بلکہ ہماری ذات اور شخصیت اور ہمارے دینی عقاید کے لئے تہدید ہے) اور یہ خط لکھ کر اس کو برطرف کرنے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت میں آپ کا یہ اقدام ایک عقلانی عمل ہے جسے سود و زیاں کو نظر میں رکھتے ہوئے انجام دیا گیا ہے۔

موجودہ دور میں بین الاقوامی سطح پر سرکاری و غیر سرکاری اداروں میں اسلامی اقدار کے سلسلہ میں ایک طرح کی بے اعتمادی پائی جاتی ہے جسے دور کرنے میں اس خط کا اہم کردار ہے۔ اس حوالے سے برانٹ اسٹیل[1] کا یہ ماننا ہے کہ تمام بین الاقوامی سماجی ادارے اپنی پہچان اور شناخت کی حفاظت کرتے ہوئے دوسرے

---

1. Brent J. Steel.

تمام لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات و معاملات کو استوار اور منظم کرکے اس پر خطر ماحول کو اپنے کنٹرول میں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مشترک بیناذہنی کا مفہوم[1]

الکسانڈر ونٹ[2] اور بین الاقوامی تعلقات کے دیگر ماہرین اور نظریہ پردازوں کا یہ ماننا ہے مشترکہ شناخت یا کسی حد تک مشترکہ شناخت رکھنا حکومتوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے کے علاوہ، مادّی میدانوں میں بھی ان کے تعاون و ہمکاری کے اسباب و وسائل میں اضافے کا باعث ہے۔اصولی طور پر ھویت شناخت کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ شناخت،اعتقادات،افہام،اپنے اور دوسروں کے بارے میں توقعات اور ان کے درمیان روابط سے عبارت ہے۔ونٹ شناخت کو کام کرنے والے کی اپنی سمجھ کا نتیجہ جانتا ہے، لیکن ایسی فہم و سمجھ کا مطلب زیادہ تر اس سے وابستہ ہے کہ دوسرے کام کرنے والے بھی اس کو اسی طرح سمجھتے ہیں یا نہیں اور اس سے بیناذہنی شناخت کے رخ اور پہلو کا پتہ چلتا ہے۔نتیجے کے طور پر خارجی دنیا اور اس کے حوادث و واقعات کو سمجھنے کے لئے ایک مشترک فہم کی ایجاد کے لئے بین الاقوامی سماجی اداروں کی سعی و کوشش ان کے قومی مفادات کے اشتراک میں بھی مؤثر واقع ہوتی ہے۔

اس نقطۂ نظر کی بنیاد پر رہبر انقلاب کے خط کو قدروں اور ان قدروں پر مبنی سرکاری و غیر سرکاری سماجی اداروں اور مغربی قدروں اور ان قدروں پر مبنی سماجی اداروں کے درمیان ایک مشترکہ فہم ایجاد کرنے کی راہ میں ایک مؤثر قدم قلمداد کیا جاسکتا ہے۔ایک ایسی فہم جو دین اسلام میں موجود صحیح افکار و خیالات اور قواعد و معانی کی تاکید کرتی ہے۔

ذاتی ادراکات اور باز نمائیوں کا مفہوم

بین الاقوامی روابط کے نظریہ پردازوں کے پیش نگاہ ایک دوسرا مفہوم بھی ہے جسے اپنی شخصیت کا ادراک اور اسے پیش کرنے کا طریقہ کہا جاتا ہے۔ ہر حکومت اپنی اور دوسروں کی شخصیت کی ادراک کی بنیاد پر دوسروں

---

1. Intersubjective Common Understanding.
2. Alexander Wendt.

کو اپنا دوست، رقیب یا دشمن سمجھتی ہے اور یہ ادراک خود اپنے اور دوسروں کے درمیان رابطے کی نوعیت، اشتراک یا ان کے منافع و مفادات کے تعارض اور ٹکراؤ میں بہت زیادہ مؤثر ہے۔

بروس کرونین شناخت کے مختلف درجات کے لئے ایک نظریہ پیش کرتا ہے جس کا آغاز دشمنی سے ہوتا ہے اور آگے چل کر بعنوان رقیب اور اس کے بعد لا تعلّقی پھر تعلقات (خیر عمومی اور نوعی شناخت) اور ایثار (دوسروں کے لئے خود کو قربان کرنے کی خواہش) جیسے درجات تک پہونچتا ہے اور آخر میں ہم زیستی (اپنے اور دوسرے کے درمیان امتیازات کے خاتمے) پر تمام ہوتا ہے۔ یہ فرق بین الاقوامی سیاست کے میدان میں مختلف افکار و نظریات اور مسالک کی صورت میں نظر آتا ہے اور سپر پاور، بڑی طاقت اور علاقائی طاقت کی صورت میں بھی قابل مشاہدہ ہے۔

اس رخ سے رہبر معظم انقلاب کا خط دوسروں (غیر اسلامی حقیقت) کے سامنے خود (اسلامی حقیقت) کی دوستانہ تصویر پیش کرنے کے لئے ہے۔ حقیقت میں خط کے مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران بین الاقوامی سطح پر خود کو صلح طلب اور عدالت پسند حکومت مانتا ہے اور دوسری حکومتوں سے بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کے بارے میں ایسا ہی تصور کریں۔ یہ خط ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسلام کی جو تصویر پیش کی جا رہی ہے وہ غلط ہے۔

سلامتی اور تحفظ

آج کے سیاسی نظریہ پردازوں کا یہ ماننا ہے کہ سلامتی اور تحفظ جیسے مفاہیم ایک عینی اور ثابت امر نہیں ہوتے ہیں بلکہ یہ معاشرہ کی ذہنیت پر مبنی ہوتے ہیں۔ مثلاً امریکا جیسی استعماری طاقت کسی بات کو خطرہ بتاتی ہے اور دوسرے ملک اس کو مان لیتے ہیں تو وہ بات مکمل طور پر خطرہ تسلیم کر لی جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ استعماری طاقتیں کسی ایسی بات کو خطرہ کے طور پیش کر دیتی ہیں جو سرے سے خطرہ ہے ہی نہیں۔ سامراجی طاقتیں اسی طریقہ سے کسی موضوع کو خطرہ بتا کر جنگ چھیڑنے یا اپنے مخالفین کو راستے سے ہٹانے کے لئے راہ ہموار کرتی ہیں یعنی جنگ کے شعلے بھڑکا کر اور اپنے مخالفین کو بے انتہا تکالیف و شدائد سے دوچار کر کے اور موت کے گھاٹ اتار کر یہ کہتی ہیں کہ ہم یہ سب امن و امان کو بحال کرنے کیلئے کر رہے ہیں۔

لہٰذا اس درمیان جس چیز کی اہمیت ہے وہ ذہن، ادراک، عامل کی فکر اور اس کا مخاطب ہے۔ مثال کے طور پر یہ اہم نہیں ہے کہ صدام کے پاس وسیع پیمانہ پر تباہی پھیلانے والے اسلحے جیسا کہ امریکی حکام مدعی ہیں موجود تھے یا نہیں؛ بلکہ اہم یہ ہے کہ امریکہ مختلف حکومتوں کے ذہن میں ایسے ہتھیاروں کے خوف کو راسخ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

آج کی استعماری طاقتیں دین اسلام کو ایک عالمی خطرہ کے طور پر دنیا والوں کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔ بعض متعصب اور تشدد پسند اسلامی تنظیمیں بھی اپنے کردار کے ذریعہ اسلام کی غلط تصویر پیش کرتی ہیں۔ آیت اللہ خامنہ ای اس خط کے ذریعہ مغربی عوام اور خاص کر مغربی جوانوں کے ذہن سے اسلام کے سلسلہ میں اس غلط شناخت کو نکال کر ان کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام کبھی بھی عالمی سلامتی کے لئے خطرہ نہیں رہا ہے بلکہ یہ خود امن وسلامتی کا سب سے بڑا حامی ہے۔

بین الاقوامی نظام میں بعض مکاتب فکری یا دین انفرادیت پر زور دیتے ہیں اور دوسرے گروہوں سے کمتر ملنا پسند کرتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض مکاتب فکری اور دین اجتماعیت پر زور دیتے ہیں اور دوسرے گروہوں سے اپنے تعلقات کو بڑھانا چاہتے ہیں اور اپنے بارے میں انہیں بتانا چاہتے ہیں۔ اس طرح کے مکتب فکر کو تشدد اور تنازعات سے دور رہنا چاہئے یعنی دوسرے لوگ اپنی مرضی سے اس سے تعلقات بنائیں۔

آیت اللہ خامنہ ای اپنے اس خط کے ذریعہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام ایک جہان شمول دین ہے جو دوسرے مکاتب فکر کے افراد کو اس میں شامل ہونے کی دعوت بھی دیتا ہے۔ اسلام کی ایسی شناخت جو بین الاقوامی تعلقات میں امن وسلامتی کا خواہاں ہے اور کسی بھی طرح کے ظلم وبے عدالتی کی نفی کرتا ہے۔

عالمی تمدنی معاشرہ کا مفہوم

عالمی تمدنی معاشرہ کا مفہوم حکومتوں سے ماورا سماجی اور سیاسی فضا کی طرف اشارہ کرتا ہے جس میں افراد اور سماجی ادارے آزادانہ طور پر اپنی سماجی اور سیاسی سرگرمیوں کو انجام دیتے ہیں۔ عالمی تمدنی معاشرہ ایک نئی اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سارے ایسے بین الاقوامی غیر سرکاری ادارے، سماجی تحریکیں اور چینل ہیں جو مختلف حکومتوں سے تعاون کرتے ہوئے اور ان کے ساتھ ساتھ عالمی نظام میں اپنا کردار نبھاتے ہیں۔

عالمی تمدنی معاشرہ کی طاقتیں حکومتوں کے درمیان توازن برقرار کرنے والی طاقتیں شمار کی جاتی ہیں۔اسی طرح ایسے موضوعات جن سے عالمی تمدنی معاشرہ برسرپیکار ہے (جیسے حقوق بشر، صحت و سلامتی، ایڈز، ماحولیات، کرہ ارض کے درجہ حرارت میں مسلسل اضافہ، پائیدار ترقی وغیرہ) غالباً سرحدوں سے بالاتر ہیں اور کسی ایک مملکت، خطے اور علاقے سے مخصوص نہیں ہیں اور یہ مسائل سارے ممالک سے متعلق ہیں۔ عالمی امور کے انتظام و انصرام میں عالمی تمدنی معاشرہ کے عناصر حکومتوں سے رقابت کرتے ہیں اور ان پر اثر انداز ہوتے ہیں اور یہ سرکاری اداروں کے جائز رقیب شمار ہوتے ہیں۔

اگر مخاطب کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آیت اللہ خامنہ ای نے اپنے اس خط میں عالمی تمدنی معاشرہ کو بنیاد بنایا ہے نہ کہ حکومتوں کو۔ ایسا معاشرہ جو جان راگی کے بقول آج سرکاری دائرے سے خارج ہے اور سرکاری اداروں سے تعاون کرتے ہوئے عالمی حکمرانی میں ایک اہم کردار کا حامل ہے۔ رہبر معظم انقلاب نے عالمی تمدنی معاشرہ کو مخاطب قرار دیا ہے جسے بین الاقوامی سطح کے بااثر اور نئے اداروں سے تعلقات استوار کرنے کی راہ میں ایک ہوشمندانہ قدم مانا جاسکتا ہے۔